سوشلزم اور طالب علم

جناب ریاض الحسن نوری صاحب

انگریزی مقولہ ہے کہ تھوڑا علم خطرناک ہوتا ہے اور اردو میں بھی کہاوت ہے کہ نیم حکیم خطرۂ جان نیم مُلّا خطرۂ ایمان۔ پس سوشلسٹ نظام کا اصول یہ ہے کہ لوگوں کو معمولی پڑھنا لکھنا اور تھوڑا سا علم سکھا دو۔ اس درجے کے لوگ پروپگنڈے کی کتابیں پڑھنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ پھر حکومت کے لیے ان کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنا آسان ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدائی تعلیم پر سوشلزم میں زور دیا جاتا ہے کیونکہ بالکل جاہل شخص کو پروپگنڈے سے متاثر کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اپنے ایک مضمون میں بیسویں صدی کا مشہور ترین فلسفی اور سوشلسٹ برٹرینڈ رسل لکھتا ہے:

"اجتماعی پیداوار اور ابتدائی تعلیم کا یہ اثر پڑا ہے کہ آج انسانی دنیا میں حماقت (STUPIDITY) اس قدر گہرے طور پر چھا گئی ہے کہ جب سے تہذیب کا سورج طلوع ہوا ہے آج تک کبھی بھی حماقت اس قدر عالمگیر نہیں ہوئی۔"

(IN PRAISE OF IDLENESS AND OTHER ESSAYS . P. 115)

لہ یاد رہے کہ یہ وہی برٹرینڈ رسل ہیں جن کو ہمارے ہاں کے سوشلسٹ حضرات زبردست خراجِ عقیدت پیش کر چکے ہیں بھاشانی صاحب نے بقول پاکستان ٹائمز مؤرخہ ۶ فروری ۷۰ء ان کی بخشش تک کے لیے دعا مانگی تھی۔ پاکستان ٹائمز مورخہ ۵ فروری ۷۰ء میں قصوری صاحب کا خراجِ عقیدت چھپا تھا۔ مشرق ۴ فروری ۷۰ء کے مطابق بھٹو صاحب نے ان کے انتقال کو عظیم نقصان قرار دیا تھا۔ "نصرت" مارچ ۱۹۶۷ء کے رسالے میں ان کی زبردست تعریف ہو چکی ہے۔

"کمیونزم میں تعلیم" کے عنوان کے تحت برٹرینڈ رسل لکھتا ہے:

"....عام تعلیم آج کل (یعنی ۱۹۳۲ء میں) ۸ سال کی عمر سے بارہ سال کی عمر تک کے لیے پرائمری سکول میں دی جاتی ہے.... اسکول میں بچے صرف پڑھائی نہیں کرتے بلکہ بساط کے مطابق جسمانی طور پر کام بھی کرتے ہیں۔ یہ کام وہ بطور تعلیم کے نہیں کرتے بلکہ ایک شہری کے حقوق ادا کرنے کے لیے کرتے ہیں... گویا کہ بچوں کی مزدوری (CHILD LABOUR) عام مزدوری کے کام کے طور پر ہوتی ہے۔ اور جو کام ان سے کرائے جاتے ہیں ان کا تعیّن تعلیمی نقطۂ نظر سے نہیں کیا جاتا۔" (EDUCATION AND THE SOCIAL ORDSR PP. 107-109)

روس میں نرسری اسکول صرف امیروں یعنی افسران کے بچوں کے لیے ہوتے ہیں۔ ان کے متعلق برٹرینڈ رسل لکھتا ہے:

"میں نے نرسری اسکول دیکھے۔ وہاں بچے خوش تھے اور ان کی اچھی نگہداشت کی جاتی تھی لیکن جونہی وہ بولنا سیکھتے ان پر زور شور سے پروپیگنڈا شروع کر دیا جاتا۔" (صفحہ ۱۱۱ محولہ بالا)

نرسری کی تعلیم کی طرح اعلیٰ تعلیم کے اخراجات کا عام مزدور باپ متحمل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے وہ بھی صرف افسروں کی اولاد کے لیے مخصوص ہو کر رہ گئی ہے۔ آج کل اتنا فرق پڑ گیا ہے کہ ۸ سال کی بجائے ۷ سال کی عمر سے ابتدائی تعلیم روس میں لازمی قرار دے دی گئی ہے۔ اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ ۵ سال کا بچہ کوئی ایسی مزدوری کے قابل نہیں ہوتا جو حکومت کے لیے نفع بخش ہو اور اس سے اسکول کا خرچہ اور استادوں کی تنخواہ دی جا سکے۔ سات یا آٹھ سال کی عمر کے بچے سے نفع بخش پیداواری کام لیا جا سکتا ہے۔ ۱۹۶۷ء کی روس کے سرکاری پروپیگنڈے کی کتاب بیان کرتی ہے:

"تمام بچے سات سال کی عمر سے اسکول جانا شروع کر دیتے ہیں.... ۱۵ یا ۱۶ سال کی عمر تک اسکول جاتے ہیں... اس دوران بچوں کو سائنس کی مبادیات اور کمیونزم کے نظریے کی تعلیم دی جاتی ہے اس کے علاوہ مزدوری اور ٹیکنیکل ٹریننگ بھی مہیا کی جاتی ہے۔"

(USSR QUESTIONS AND ANSWERS MOSCOW - PP. 344-345)

اس سے معلوم ہوا کہ بچوں کو مفت تعلیم دینے کا دعویٰ ایک فریب ہے۔ اگر حکومت کو مفت تعلیم دینا مقصود ہوتا تو ۵ سال کی عمر سے تعلیم کو شروع کیا جاتا۔ اور ان کے اوّلین ۲ یا ۳ قیمتی سال ضائع نہ کیے جاتے۔ عوام کی ہمدردی کا دعویدار سوشلسٹ نظام سارے ملک کے غریب عوام کے بچوں کے ابتدائی دو یا تین تعلیمی سال محض اس وجہ سے ضائع کر دیتا ہے کہ وہ بچوں کو مفت تعلیم دینا گوارا نہیں کرتا۔ ۷ یا ۸ سال کی عمر میں بچوں کو داخل کیا جاتا ہے کچھ گھنٹے پڑھائی ہوتی ہے۔ باقی وقت مزدوری کی عادت ڈالنے اور ٹریننگ کے بہانے ان سے صنعتی پیداوار کروا کے تعلیم کا خرچہ وصول کر لیا جاتا ہے۔ گویا فیس نقد نہیں مزدوری کی صورت میں وصول کی جاتی ہے۔ یہ سب کچھ مارکس کے اصولوں ہی کے مطابق کیا جا رہا ہے۔ مارکس نے اپنے مینی فسٹو ہی میں سوشلسٹ پالیسی کا اعلان کر دیا تھا۔ سوشلزم کیا صورت اختیار کرے گا؟ اس کے متعلق مارکس اور اینجلز نے دس نکات بیان کیے ہیں۔ دسویں نکتے میں کہا گیا ہے:

"COMBINATION OF EDUCATION WITH INDUSTRIAL PRODUCTION"

ترجمہ: "تعلیم اور صنعتی پیداوار کو ایک دوسرے کے ساتھ جمع کرنا" (ملاحظہ ہو مینی فسٹو آف دی کمیونسٹ پارٹی۔ طبع ۱۹۶۶ء۔ ماسکو۔ صفحہ ۷۴)۔

اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ کمیونسٹ پالیسی یہ ہے ہی نہیں کہ بچوں کو مفت تعلیم دی جائے، بلکہ ابتدا ہی سے ان کے پیشِ نظر یہ تھا کہ تعلیم کے ساتھ بچوں سے محنت مزدوری لے کر دولت پیدا کی جائے۔ حالانکہ اکثر سرمایہ دار ملکوں میں ابتدائی تعلیم مفت ہے بلکہ رسل کے بقول امریکہ میں یونیورسٹی تک کی تعلیم مفت ہے۔ سوات کی ریاست میں بقول پاکستان ٹائمز بی۔ اے تک تعلیم مفت ہے۔ سعودی عرب میں تو نہ صرف مفت ہے بلکہ ڈھائی سو یا زیادہ ریال وظیفہ بھی ملتا ہے اور غیر ملکی تعلیم بھی تمام اخراجات کے ساتھ مفت ہے۔ یہی حال کویت کا بھی ہے۔ کسی سرمایہ دار ملک میں بھی بچوں سے مزدوری نہیں لی جاتی۔ پاکستان میں بھی کسی کارپوریشن کے اسکول میں بھی مزدوری نہیں لی جاتی۔

سوشلسٹ نظام میں مزید ایسے قانون نافذ کیے جاتے ہیں تاکہ پندرہ یا سولہ سال کی عمر کے بعد بچہ پڑھائی ترک کر کے مزدوری کا پیشہ اختیار کرے۔ ان کی تحریص کے لیے یہ قانون بنایا گیا ہے کہ پندرہ یا سولہ

سال کی عمر کا بچہ اپنی آمدنی بغیر والدین کی مداخلت کے جیسے چاہے خرچ کرنے کا مجاز ہے۔ شہروں میں ۱۶ سال کی عمر سے ملازمت لازمی ہو جاتی ہے۔ لیکن اجتماعی فارموں کے ممبروں کی اولاد کو قانوناً بارہ برس کی عمر سے کھیت پر کام کرنے کے لیے مجبور کیا جاتا ہے۔ اگرچہ ان کے کام کا کوٹا بڑوں کے کام سے کم ہوتا ہے۔ (ملاحظہ ہو آل یونین انسٹی ٹیوٹ آف جوریسٹک سائنسز، منسٹری آف جسٹس، یو ایس ایس آر، ماسکو ۱۹۴۹ صفحہ ۱۲۳)۔ مزید یہ کہ شہروں میں اگر کوئی پندرہ سال کا لڑکا یا لڑکی نوکری کرنا چاہے تو اس کے لیے والدین کی نہیں بلکہ ٹریڈ یونین کمیٹی کی اجازت لینی پڑتی ہے (دیکھیے:- USSR QUESTIONS AND ANSWERS, P.282) - پیسے ملنے اور ان کو اپنی مرضی سے خرچ کرنے کی اجازت کی وجہ سے بہت سے بچے پندرہ سال ہی کی عمر میں تعلیم ترک کر کے ملازمت کرنے لگتے ہیں۔ گویا حکومت نے خود اعلیٰ تعلیم کے خلاف محاذ بنایا ہوا ہے۔ حکومت کم علم مزدوروں کو پسند کرتی ہے جو آسانی سے محکوم اور غلام رکھے جا سکتے ہیں۔

چین میں طالب علموں کی حالت | سوشلسٹ نظام چین میں ۱۹۴۹ء میں نافذ ہوا لیکن ۱۹۶۰ء-۱۹۶۲ء کا حال مشہور بائیں بازو کے بین الاقوامی سوشلسٹ مصنف BILL LCKIN سے سنیے۔ آپ لکھتے ہیں:

"۱۹۶۰-۱۹۶۱ء کے دوران طالب علموں کی بری حالت تھی۔ خوراک کی بے حد قلت تھی۔ مجھے سنگھائی کی طالبہ نے بتایا کہ ۱۹۶۰ء کے دوران اس نے صرف ایک مرتبہ گوشت کھایا... گورنمنٹ نے خوراک کلوری کے حساب سے مقرر کی... بعض یونیورسٹیوں کو احکام صادر کیے گئے کہ طالب علم زیادہ سے زیادہ وقت بستر پر لیٹ کر گزاریں اور اپنی طاقت کو ضائع ہونے سے بچائیں۔ دوسری یونیورسٹیاں بند کر دی گئیں اور طالب علموں کو کمیونوں میں محنت کے لیے بھیج دیا گیا۔" NEW REVOLUTIONARIES. EDITED BY TARIQ ALI, PP. 118-119 -

یاد رہے کہ چین میں چھپکلی، مینڈک وغیرہ بھی گوشت میں شامل ہیں۔ گویا یہ اشیاء بھی اس طالبہ کو سال میں ایک بار سے زیادہ نصیب نہ ہو سکیں۔

رُوس کی سوشلسٹ حکومت کے سرکاری محققین لکھتے ہیں:

"چین میں کمیونسٹ پارٹی ختم کردی گئی ہے ...... اس کا صرف نام رہ گیا ہے .... ساری طاقت فوج کے ہاتھ میں ہے۔ یہ لوگ ماؤ کے جی حضوریے ہیں ... فوج ملک کی اقتصادیات اور کلچر کو کنٹرول کرتی ہے ..... نظریہ یہ ہے کہ تمام چینیوں کو تابعدار بیل ہونا چاہیے .... ماؤ صاحب کا کہنا ہے کہ جتنا انسان کا علم بڑھتا ہے وہ اتنا ہی احمق بنتا جاتا ہے[1] ... تمام عجائب گھر اور لائبریریاں بند کردی گئی ہیں۔ پچھلے چار سالوں میں چین میں کوئی قصہ یا ناول نہیں چھپا ہے .... اس کے ساتھ ساتھ ماؤ کے اقوال اور تصنیفات کی تین سو ادب کاپیاں نشر کی جا چکی ہیں۔ اس عرصے میں ۲ کروڑ سکول جانے کی عمر کے بچے معمولی قسم کی تعلیم سے بھی محروم کر دیئے گئے ہیں .... ماؤ صاحب کا کہنا ہے کہ اسکول ایسی قبریں ہیں جن سے کہ بُرائی کے علاوہ کچھ پیدا نہیں ہوتا۔ ۱۹۶۴ء میں ماؤ صاحب نے فرمایا: سائنس کی تعلیم کو موجودہ مقدار سے نصف کر دینا چاہیے، کنفیوشس صرف چھ چیزیں پڑھایا کرتا تھا: رسمیات، گانا بجانا۔ تیر اندازی۔ رتھ چلانا۔ مقدس کتب اور حساب ... اگر تم زیادہ کتابیں پڑھو گے تو شہنشاہ نہیں بن جاؤ گے" ... اس کے باوجود چینی حکام اپنے کو مسیحا کہتے ہیں[2]"

---

[1] ماؤ صاحب خود بھی زیادہ پڑھے لکھے نہیں ہیں۔ چین سے باہر بھی انہوں نے کوئی تعلیم حاصل نہیں کی ہے۔ اور صرف چینی زبان ہی جانتے ہیں۔ وہ عوام کو صرف اتنا ہی واجبی پڑھانا چاہتے ہیں جس سے وہ ان کے اقوال رٹ سکیں اور ان کے ذہنی غلام بن سکیں۔ وہ تعلیم کو ہرگز عام نہیں کرنا چاہتے کیونکہ عالم لوگ کسی کے ذہنی غلام مشکل ہی سے بنتے ہیں۔

[2] PSEUDO- REVOLUTIONARIES UNMASKED

NOVOSITI PRESS AGENCY, MOSCOW, PP 8-9, 1970

روسی ماہرِ تعلیم کی حیران کن شہادت | ماسکو سے ۱۹۶۵ء میں روس کے مشہور ماہرِ تعلیم A.S. MAKARENKO کی کتاب PROBLMS OF SOVIET SCHOOL EDUCATION شائع ہوئی ہے۔ اس سے نہ صرف برٹرینڈ رسل کے بیانات کی تصدیق ہوتی ہے بلکہ کئی مزید انکشافات بھی ہوتے ہیں۔ موصوف لکھتے ہیں:

"ہمارے اسکول کو لیبر اسکول کہا جاتا تھا۔ ۱۹۲۰ میں ہم ۳۶-۱۹۳۵ء کے DZERZHINSKY کمیون اور اس میں مزدوری (لیبر) پر تاکید کا وہم وگمان بھی نہ کر سکتے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ گورکی کالونی میں غربت کی عادت ڈالنی پڑی تھی اور مجبوری کی وجہ سے مزدوری کو پروگرام میں شامل کرنا پڑا۔ ۳۱-۱۹۳۰ء میں کمیون میں میرے زیرِ نگرانی بچے گویا ایک سچ مچ کی فیکٹری میں کام کرتے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ اس زمانے میں ہماری فیکٹری منافع کما رہی تھی ۔ ۔ ۔ اور آمدنی سے ہر قسم کے اخراجات بھی پورے ہو رہے تھے۔ بلکہ فیکٹری کی مالیت میں بھی اضافہ ہو رہا تھا ۔ ۔ ۔ البتہ میری زیرِ نگرانی بچوں کو مزدوری نہیں دی جاتی تھی۔ بچوں کو مزدوری دینے یا نہ دینے کا مسئلہ ایک بحث طلب مسئلہ ہے اور آج تک اس بحث کا کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا ہے ۔ ۔ ۔ میں اس زمانے میں بچوں کو مزدوری دینے کے خلاف تھا ۔ ۔ ۔ میرا کہنا تھا کہ جب طالب علم بچے بغیر مزدوری کے کام کرتے ہیں تو ان میں زیادہ جوش ہوتا ہے اور پیداوار بھی زیادہ ہوتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ میرے گرد ایسے لوگ تھے جو کہتے تھے کہ اگر طالب علموں کو مزدوری دی جائے تو اس سے پیداوار میں اضافہ ہوگا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ گورکی کالونی میں سخت اقتصادی مجبوری کے تحت ہم کو پیداوار شروع کرنی پڑی۔ یہ زرعی پیداوار تھی۔ بچوں کے کمیونوں میں کاشت کاری سے پیداوار گھاٹے کا سودا ہے[1] ۔ ۔ ۔ ۔ دو سال میں مجھے کامیابی حاصل ہوئی۔ غلّہ اگانے میں نہیں بلکہ مویشی پالنے میں ۔ ۔ ۔ ۔ اور اس میں نفع ہوا۔ ہم نے سور پالنے شروع کر دیئے ۔ ۔ ۔ ۔ ہمارے پاس دو سو سؤر ہو گئے۔ ہمیں اچھی بلڈنگ میسر تھی ۔ ۔ ۔ ۔ منافع کافی ہو رہا تھا ۔ ۔ ۔ بچوں کو جیب خرچ دینے کی اجازت نہ تھی۔ لیکن میں

---

[1] اس لیے کہ ذرا ذرا سے بچے بھلا کھیتی باڑی کہاں کر سکتے ہیں۔ البتہ مویشی چرا سکتے ہیں۔ یہ حالات ایسے ہیں کہ مذکورہ کتاب اگر پروگریس پبلشرز ماسکو کی مطبوعہ نہ ہوتی تو ہم کو بھی اس پر اعتبار نہ آتا۔

ان کو دے دیا کرتا تھا مگر ساتھ ہی تنبیہ کر دیتا کہ وہ کسی سے ذکر نہ کریں۔"

"۔۔۔۔ پھر مجھے DZERZHINSKY کمیون میں تعینات کر دیا گیا۔ بچوں کے اس کمیون کو حکومت ایک دھیلا بھی نہیں دیتی تھی۔ میرا خیال ہے کہ حکومت نے اس کمیون کی کبھی بھی کچھ مالی امداد نہیں کی۔۔۔۔ کمیون سے ہم بمشکل اتنی آمدنی کر لیا کرتے تھے کہ اپنے کو زندہ رکھ سکیں۔ یہاں حالات گورکی کالونی سے بالکل مختلف تھے۔۔۔۔ یہاں کوئی مشین کام کرنے کے لیے مہیا نہ تھی۔۔۔۔ کمیون کے ابتدائی سالوں میں چیکا کے ملازم جو یوکرین کے رہنے والے تھے ہمیں اپنی تنخواہوں کا نصف فیصد بطور چندہ دیا کرتے تھے اور اس طرح سے ہمیں تقریباً دو ہزار روبل مل جاتے۔۔۔۔ پہلے تین سال میں نے اور بچوں نے سخت تنگی میں گزارے۔ ایسے دن بھی آجاتے تھے کہ سارا دن ہمیں کھانے کو کچھ نہ میسر آتا۔ صرف سوکھی روٹی مل جاتی۔ آپ لوگ ہماری تنگدستی کا اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مجھے نوکری کے پہلے آٹھ ماہ میں تنخواہ کا ایک حبہ بھی نہ ملا۔ اور مجھے بھی بچوں کے ساتھ محض سوکھی روٹی پہ گذارہ کرنا پڑا[1]۔ ہم پر ایسے مواقع بھی گزرے کہ ہم میں سے کسی کے پاس نقد ایک پائی تک نہ ہوتی اور ہمیں باہر جا کر بھیک مانگنا پڑتی۔ حکومت نے کمیون تو بنا دیا تھا لیکن وہ مالی امداد دینے سے قاصر رہی۔۔۔۔ ہمیں کمائی کرنے کے طریقے خود سوچنے پڑے۔۔۔۔ ہمارے بچوں کی صلاحیت بہت کمزور تھی اور جو کرسیاں اور فرنیچر ہم بناتے اس سے گاہک مطمئن نہ ہوتے اور ہمیں نقصان ہوتا۔ ہم مشکل سے خام اشیاء بجلی کا بل اور گوند وغیرہ کی قیمت پوری کر پاتے۔ جہاں تک ہم لوگوں کا تعلق ہے ہم لوگ بغیر مزدوری کے کام کرتے تھے۔۔۔۔ آخر KOGAN ہمارا گائیڈ بن کر آیا۔۔۔۔ اس نے کہا کہ تعجب ہے کہ ۱۵۰ بچے ہوتے ہوئے تم لوگ اپنی روزی کمانے سے قاصر ہو۔ اس نے ایک بڑا آرڈر لیا۔۔۔۔ آرڈر پورا کرنے کے لیے پچاس ہزار روبل کی ضرورت تھی۔۔۔۔ ہم یہ رقم کہاں سے لاتے۔۔۔۔ KOGAN نے کہا کہ دنیا میں بیوقوفوں کی کمی نہیں ہے۔

---

[1] سوشلزم میں استادوں کی حالت اور طالب علموں کی درگت دیکھ کر کاش ہمارے ملک کے اساتذہ اور طلبہ نصیحت پکڑیں۔ عقلمند وہی ہے جو دوسروں کے تجربے سے سبق سیکھے۔

"...... آخر ہمیں ایک بیز فوف مل گیا جس نے KOGAN کی بات مان لی...... ۶ ماہ میں ہم نے ۵۰ ہزار کے دو لاکھ بنا لیے ...... دو سال میں چھ لاکھ بنا لیے۔ ۱۳-۱۴ سال کے لڑکے لڑکیاں مشین کے آلات پر کام کرنے لگے....."

(دیکھیے صفحات ۱۱۷ تا ۱۲۷۔ کتاب مذکورہ)

مذکورہ بالا سرکاری طور پر شائع کردہ بیان سے ایک طرف تو طالب علموں اور اساتذہ کی غربت کا نقشہ سامنے آجاتا ہے۔ اور دوسری طرف واضح ہو جاتا ہے کہ حکومت کی زیر نگرانی ادارے بھی بعض اوقات تنخواہیں نہیں دیتے۔ مزید یہ کہ نفع کمانے میں یہ ادارے یہودی سرمایہ داروں سے کسی طرح پیچھے نہیں ہیں۔ دو سال میں پچاس ہزار کے ۶ لاکھ اس کے بغیر نہیں بن سکتے تھے کہ بچوں سے بغیر تنخواہ کام خوب لیا جائے اور ان کا خون چوسا جائے۔ دوسری طرف گاہکوں سے بے بہا منافع وصول کیا جاتے۔ اس بیان سے بخوبی واضح ہے کہ سوشلزم میں سرمایہ داری کی خرابیاں اپنے عروج کو پہنچ جاتی ہیں۔ چھوٹے بچوں سے سخت کام لے کر سوکھی روٹی کھلائی جاتی ہے۔ اس حکومت میں اور سرمایہ دار ملکوں کے کارخانہ داروں میں کیا فرق ہے۔ یہ تو ان سے بھی زیادہ ظالم ہیں۔

منافع خوری، سُود، لاٹری وغیرہ اور ظالمانہ استحصال آپ نے دیکھ لیا کہ دو سال میں ۵۰ ہزار کے ۶ لاکھ کیسے بنے۔ گویا دو سال میں گیارہ ہزار فیصد منافع کمایا۔ یہ منافع کی وہ مقدار ہے جو شاید بڑے سے بڑے منافع خور سرمایہ دار کو بھی نصیب نہ ہوئی ہوگی۔ آخر اتنا منافع کیونکر ممکن ہوا؟ بچوں سے روکھی روٹی کے عوض جبری محنت لی گئی اور ان کا استحصال کیا گیا۔ گاہکوں کو گھٹیا درجے کا فرنیچر گراں قیمت پر سپلائی کیا گیا اور ان کا استحصال کیا گیا۔ سوشلزم میں یہی ہوتا ہے۔ حکومت ایک عظیم اجارہ دار اور کارخانہ دار بن جاتی ہے۔ فوج اور پولیس کی مدد سے عورتوں، بچوں، عوام، غرض سب کا جی بھر کر استحصال کرتی ہے اور کوئی اُف کرنے والا نہیں ہوتا۔

حکومت دوسروں کے لیے سُودی کاروبار کی ممانعت کر دیتی ہے لیکن خود سُودی کاروبار کرتی ہے۔ لاٹری اور جُوئے کا کاروبار بھی کرتی ہے۔ (دیکھیے SOVIET FINANCIAL SYSTEM۔ مطبوعہ پروگریس پبلشرز ماسکو ۱۹۶۶ء، صفحہ ۲۷۶)

روسی حکومت اپنی رعایا کے ساتھ سُودی کاروبار کرنے کے علاوہ غیر ممالک کو بھی سُود پر قرضہ دیتی ہے۔

پاکستان ٹائمز مورخہ ۶ ستمبر ۶۹ء کے مطابق روس نے پاکستان کو ۱۹۶۶ء کے قرضے کی شرائط پر مزید قرضہ دینے پر رضامندی ظاہر کی۔ یعنی ۲½ سے ۳ فیصد سود لیا جائے اور دس سال میں قرضہ ادا کر دیا جائے۔ مشرقی یورپ کے سوشلسٹ ممالک کی شرائط بھی یہی ہیں۔ اس کے برعکس پاکستان ٹائمز مورخہ ۳ ستمبر ۶۹ء کے مطابق کینیڈا نے پاکستان کو ۵۵ لاکھ ڈالر کا قرضہ دینے کے کاغذ پر دستخط کر دیئے۔ یہ قرضہ بغیر سود کے ہوگا اور ۵۰ سال کے بعد واجب الادا ہوگا اور مزید ۱۰ سال کی مہلت بھی دی جائے گی۔ یاد رہے کہ کینیڈا ایک سرمایہ دار ملک ہے اور روس سوشلسٹ ہے۔ چین اگرچہ پاکستان کو سیاسی تعلقات کی بنا پر بغیر سود کے قرضہ دیتا ہے لیکن خود اس کے اندرونِ ملک سود کی مقدار کم کر دی گئی ہے لیکن سود کو ختم نہیں کیا گیا ہے۔

غریب بچوں پر اعلیٰ تعلیم کے دروازے بند | روس میں کسی مزدور کا لڑکا اعلیٰ تعلیم نہیں حاصل کر سکتا۔ اگر درمیانے طبقے کا کوئی لڑکا قابلیت کی وجہ سے وظیفہ حاصل کر کے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے میں کامیاب بھی ہو جائے تو کیا ہوتا ہے۔ پاکستان ٹائمز کا خاص نامہ نگار ماسکو سے رقمطراز ہے:

"کالج کے طالب علموں کی اکثریت غربت کی زندگی بسر کرتی ہے کیونکہ ان کو قلیل رقم مہیا ہوتی ہے۔ ۳۰ یا ۴۰ روبل ملتے ہیں جن سے بمشکل کھانے کا خرچ چل سکتا ہے ۔۔۔۔ افلاس زدہ طرزِ رہائش صحیح خوراک کی کمی اور تفریح کی قلت کی وجہ سے اعلیٰ تعلیم پوری ہونے تک ان میں سے بہت سوں کی صحت برباد ہو چکی ہوتی ہے۔"

(پاکستان ٹائمز مورخہ ۴ اپریل ۱۹۶۸ء)

ہمارے ملک میں سوشلزم سے متعلق واقفیت بہت سطحی سی ہے۔ قریب قریب سب ہی لوگ محض پروپیگنڈے سے متاثر ہیں۔ خود وہ لوگ جو سوشلزم کے علمبردار اور لیڈر ہیں ان کے مبلغ علم پر بھی بے اختیار ہنسی آجاتی ہے۔ مثلاً ہمارے ملک کے سوشلسٹ لیڈر ایک طرف لینن کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں اور دوسری طرف برٹرینڈ رسل کو بھی زبردست عقیدت کا نذرانہ پیش کر دیتے ہیں۔ ان بچاروں کو یہ معلوم نہیں کہ برٹرینڈ رسل لینن کو زار سے بھی زیادہ ظالم قرار دیتا تھا۔ اسی طرح جب کچھ علماء نے سوشلسٹوں کے متعلق کفر کا فتویٰ دیا تو کچھ لوگوں نے چیخ پکار شروع کر دی۔ لیکن کتنے لوگوں کو معلوم ہے کہ خود لینن صاحب اعلان فرما چکے ہیں کہ اصولی اور قانونی طور پر سوشلسٹ

منکرِ خدا ہوتا ہے۔ اوون جو بقول انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا وغیرہ سوشلزم کا بانی تھا نہ صرف منکرِ خدا تھا بلکہ شادی بیاہ کا بھی سخت ترین مخالف تھا اور اس کو ذاتی ملکیت کی قسم سے سمجھتا تھا۔ وہ بچوں کے لیے خاندانی ماحول کا بھی مخالف تھا[۱]۔ کفر کے معنی انکار کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں طاغوت سے کفر اختیار کرنے یعنی اس کا انکار کرنے کا حکم دیا ہے۔ کچھ لوگ شیطان کے کافر ہوتے ہیں اور دوسرے خدا کے کافر ہوتے ہیں۔ اسلامی شرع میں نہ صرف خدا کے منکر کو کافر کہا جاتا ہے۔ بلکہ مشرک کو بھی اس لیے کافر کہہ دیا جاتا ہے کہ وہ قرآن کے بنیادی مسئلۂ توحید کا منکر ہوتا ہے۔ کافر ہونے کے لیے قرآن کی ایک آیت بلکہ کسی ایسی حدیث کا انکار بھی کافی ہے جس کی صحت اور عمل پر اجماع ہو چکا ہے۔

ابھی تک کچھ لوگ سوشلزم کو محض ایک اقتصادی نظام کہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی کم علمی واضح ہے لینن نے صاف اعلان کر دیا کہ ہمارا سب سے بڑا کام کفر پھیلانا ہے[۲]۔ ماؤ صاحب اپنی لال کتاب کے تیسرے باب میں جس کا عنوان "سوشلزم اور کمیونزم" ہے، لکھتے ہیں کہ "کمیونزم بیک وقت پرولتاریہ کا ایک مکمل نظریاتی نظام اور ایک نیا سماجی نظام بھی ہے۔ یہ کسی بھی دوسرے نظریاتی اور سماجی نظام سے مختلف ہے۔"

اگر کوئی شخص ہمیں آکر کہے کہ نمونیا سے جو بخار چڑھ جائے اس کا علاج ٹمپریچر کو نارمل پر لانا ہے اور اس کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ مریض کو ٹھنڈے پانی سے نہلا دیا جائے۔ اب بجائے اس کے کہ ہم اس سے بحث کریں، ہمیں اس سے کہنا چاہیے کہ جن جن لوگوں نے اس نسخے پر عمل کیا ہے ان کی جو حالت ہوئی ہے وہ ملاحظہ فرمالیں۔ یہ سائنس اور تجربے کا زمانہ ہے۔ جس نسخہ پر عمل کرنے سے فائدہ ہو، اسے استعمال کیا جائے اور جس سے مرض اور بڑھ جائے اس کا نام نہ لیا جائے۔ سوشلزم یہ دکھا چکا ہے کہ اس پر عمل کرنے کے نتائج کیا ہیں۔ اب اس سے بڑا احمق کون ہے جو اسی کو آزمانے کے لیے پھر تیار ہو۔

---

[۱] LEGITIMACY VERSUS INDUTRIALISM, P. 168

[۲] اس کفر پھیلانے کا اصل مقصد فرعون کی طرح اپنی خدائی قائم کرنا ہے۔